رجسٹرڈ آصفیہ نمبر ۱۸

رجسٹرڈ انگلیشہ نمبر

فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن

ہفتہ وار

مملکت

ایڈیٹر

میر حسن الدین بی اے ال ال بی (عثمانیہ)

شرح چندہ
سالانہ ۷
ششماہی ۴
سہ ماہی .... عہ

شرح چندہ
سالانہ ۷
ششماہی ۴
سہ ماہی .... عہ

قیمت فی پرچہ (۲)

قیمت پرانا پرچہ ۴ر

جلد ۳ | ۲۲ فروری ۱۳۵۳ ف | یکم ربیع الاول ۱۳۶۳ھ | ۲۶ فروری ۱۹۴۴ء شنبہ | نمبر ۴۶

سوویٹ روس کے دستور میں تبدیلی

جمہوری حدتوں کے لئے کامل حق خود اختیاری

روس کی جدید خارجی حکمت عملی

سویت یونین نے اعلان کیا ہے کہ روس کی سولہ جمہوری ریاستوں کو آیندہ اس کا پورا پورا اختیار ہوگا کہ وہ جس ملک سے چاہیں براہ راست تعلقات قائم کریں اور اپنے بچاؤ کے لئے فوج بھی رکھیں۔

سویت یونین کے اس فیصلے سے سوویتی اقوام کا ایک دور شروع ہوتا ہے سویت یونین کا دستور اساسی کوئی اٹل قانون نہیں ہے جسے کسی جابر اور مرکزی حکومت نے کسی قوم یا ملک کی مرضی کے خلاف اس کے سر تھوپ دیا ہو اس دستور اساسی کو سویت یونین کے رہنے والوں نے خود اپنی مرضی سے بنایا ہے اور وہ سوشلسٹ نظام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت اور بین الاقوامی حالات کے بدلتے ہوئے تقاضوں کی بناء پر ترقی کرتا جا رہا ہے۔

اکتوبر ۱۹۱۷ء کے بالشویک انقلاب نے ان تمام قوموں کے حق خود اختیاری کو مان لیا جو زار کی محکوم تھیں اور اس سلطنت کا حصہ تھیں۔ چنانچہ ۱۹۱۸ء اور ۱۹۲۲ء کے درمیان کئی آزاد قومی ریاستیں بنیں۔ اس زمانے میں سامراجی طاقتوں نے ان ریاستوں پر حملہ کیا اور جمہوریت روس اور دوسری جمہوریتوں نے سویت یونین کے خلاف بغاوت کا علم بلند کیا۔ سویت یونین کی ان ریاستوں نے جو حق خود اختیاری کی بنا پر قائم ہوئی تھیں ان کی سرکردگی میں دشمنوں کا مقابلہ کیا۔ یہ لڑائی چار سال تک جاری رہی۔ اس نازک زمانے میں انھیں یہ تجربہ ہوا کہ سب قومیں مل کر ہی دشمن کو ہرا سکتی ہیں۔ وہ ایک دوسرے پر بھروسہ کرنے لگیں۔ شکوک کی دیواریں گرنے لگیں اور دوستی کی کڑیاں مضبوط ہونے لگیں۔ اور ۱۹۲۲ء میں اتحاد سویت قائم ہوا۔

استالین نے اس اتحاد کی تجویز پیش کرتے ہوئے کہا تھا کہ "آج سے سویت حکومت کی تاریخ کا پرانا باب ختم ہوتا ہے اور ایک نیا باب شروع ہوتا ہے۔ ان جمہوریتوں کے کل میں اتحاد تھا لیکن اب تک وہ صرف اپنے بچاؤ کے لئے لڑ رہی تھیں۔ اپنے وجود کے لئے جد و جہد کر رہی تھیں اب ان جمہوریتوں کی زندگی کا نیا دور شروع ہوتا ہے آج وہ ایک واحد ریاست کے رشتے میں پروئی جا رہی ہیں تاکہ وہ معاشی تباہیوں کا کامیابی سے مقابلہ کر سکیں۔ آئندہ سے سویت حکومت کا مقصد صرف زندہ رہنا نہ ہوگا بلکہ ترقی کر کے ایک ایسی زبردست بین الاقوامی طاقت بننا ہوگا جو بین الاقوامی حالات پر اثر ڈال سکے اور محنت پیشہ لوگوں کی بھلائی کے لئے ان حالات کو بدل سکے"

پچھلے بیس سال میں سویت یونین میں بڑی تبدیلیاں ہوئی ہیں اور ان تبدیلیوں نے دنیا کی تقدیر بدل دی ہے عوام کی پنچایتی صنعت اور پنچایتی زراعت کی بنا پر سوشلزم کی عمارت بلند سے بلند تر ہوتی گئی۔ اس تعمیری دور میں قوموں کا اتحاد اور مضبوط ہوا۔ دوستی اور امداد باہمی کی کڑیاں اور مستحکم ہوئیں۔ موجودہ جنگ میں ایک بار پھر اس قومی اتحاد کا زبردست امتحان ہوا۔ کوئی دوسرا ملک ہوتا تو نازیوں کے مقابلے میں گھٹنے ٹیک دیتا۔ اس کا شیرازہ منتشر ہو جاتا۔ لیکن لڑائی میں سویت اقوام ایک دوسرے سے اور قریب آئیں۔ ان کے اتحاد کی دیوار اور مضبوط ہوئی اور آج سوشلسٹ نظام کے اس قومی اتحاد کی بدولت سرخ فوج کا جوابی حملہ نازیوں کو موت کا پیام دے رہا ہے۔ اور محاذ جنگ سے برابر ہر روز ایک بار دو سوسل لمبے محاذ پر آزادی کی موجیں روز بروز بلند ہوتی جاتی ہیں۔

اس ناقابل شکست قوت اور ناقابل شکست یگانگت کی بدولت سویت رہنماؤں نے سوشلسٹ اتحاد کے ایک نئے دور کا آغاز کیا ہے۔ اس نئے اعلان سے پتہ چلتا ہے

قید اور جرمانے سے بچئے

جو لوگ سرکاری نرخ پر مال فروخت کرنے سے انکار کرتے ہیں یا مال چھپاتے ہیں انہیں ہر ضلع اور تعلقہ میں قید و جرمانہ کی سزائیں دی جا رہی ہیں۔ سرکاری نرخ پر مال فروخت کر کے اس مصیبت سے بچئے۔

مملکت
ہفتہ وار

جلد ۳	۲۴ فروری ۱۳۵۹ف	نمبر

شاہ منزل میں آنکھ مچولی

گزشتہ ہفتہ شاہ منزل میں ساہوکاروں اور تاجران غلہ کا ایک اجتماع ہوا۔ ہم نے سنا ہے کہ ساہوکاروں نے نواب صدر اعظم بہادر اور ان کے معزز رفقا کو یقین دلایا کہ تاجر پیشہ طبقہ حکومت کے منشا کے خلاف جانا نہیں چاہتا۔ گو یہ یقین آفرینی فطرتی پڑتی ہے تو شاہ منزل کا یہ اجتماع ایک خوشگوار منظر کی حیثیت سے بھی پیش ہو سکتا ہے۔ لیکن ان بیانات کی صداقت کا ثبوت یہی ہو سکتا ہے کہ یہ حضرات خفیہ ذخائر کی نشاندہی کریں اور غلہ کی تجارت کو جو نرخوں کے اعلان کے بعد سے دبی پڑ گئی ہے معمولی حالت پر لے آئیں۔ جب تک وہ اس امر پر اصرار کرتے رہیں گے کہ ملک میں غلہ نہیں ہے ان کی صداقت مشتبہ رہے گی۔

شاہ منزل میں تاجران غلہ نے جو تقریریں کیں —— راجہ پنالال پتی نے مقررین کا انتخاب بڑی ہوشیاری سے کیا تھا —— بیان کیا جاتا ہے کہ ان کا لب لباب یہ تھا کہ تاجران غلہ قیمتوں کی نگرانی کی پالیسی سے متفق ہیں، مقررہ قیمتوں سے مطمئن ہیں لیکن اس وجہ سے کھلی تجارت سے دست کش ہیں کہ ایک جانب ملک میں غلہ نہیں ہے اور دوسری جانب ذیلی عہدہ داروں اور پولیس چوکیوں کی زیادتیوں سے تنگ ہیں۔ اگر اس بیان کو تعاون پر آمادگی کہا جائے تو کہنے والا بڑا چالاک اور سمجھنے والا بڑا سادہ لوح ہے۔ اگر ملک میں غلہ نہیں ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ لوگ زندہ کیسے ہیں۔ راجہ پنالال پتی اور ان کے شریک سیٹھ بنکٹ لال بدروکا نے مسٹر گرگسن کے اس سوال کا کوئی جواب نہیں دیا کہ سال گزشتہ کی دو تین کی فصل جو کامیاب تھی کہاں گئی۔ مسٹر گرگسن کا استدلال یہ تھا کہ سال گزشتہ جوار کی قیمتوں پر نگرانی نہیں تھی اور حیدرآباد کی قیمتوں اور برطانوی ہند کی قیمتوں میں کوئی خاص تفاوت نہیں تھا اور اس وجہ سے خفیہ برآمد کے لئے کوئی محرک موجود نہ تھا۔ حکومت سرکار عالی نے سال گزشتہ صرف ۱۱ ہزار ٹن جوار برآمد کی جو قبل جنگ کے سالانہ برآمدات کی ایک تہائی بھی نہ تھی۔ جب حکومت نے برآمدات روک دی تھیں اور قیمتوں کی یکسانی کی وجہ سے خفیہ برآمد کی وجہ بھی نہ تھی تو جوار کہاں غائب ہو گئی۔ ساہوکاروں کے لیڈروں نے اس پریشان کن سوال کا جواب ایسے سکوت سے دیا جو اعتراف جرم کے برابر تھا۔ اپنے نقطہ نظر کی تائید میں مسٹر گرگسن نے اس واقعہ کا بھی ذکر کیا کہ اضلاع کریم نگر اور نظام آباد میں زبردست خفیہ ذخائر برآمد ہوئے۔ اس خبر سے کہ تعلقہ ننگنور ضلع بیدر کے ایک موضع کے ایک وطن دار پٹواری کو ایک کثیر مقدار میں غلہ چھپائے رکھنے کے جرم میں صرف ایک سال کی سزائے قید بامشقت دی گئی بلکہ اس کو اس کے موروثی وطن سے بھی بے دخل کر دیا جائے گا اس بیان کی تائید ہوتی ہے کہ موضع کے وطن دار بھی اس جرم میں مبتلا ہیں۔

معترض جب تک ساہوکاروں اور بیوپاریوں کا طبقہ اس حقیقت کو تسلیم نہیں کرے گا کہ غلہ چھپا دیا گیا ہے اور جب تک وہ خود بازیافتہ غلہ برآمد نہ کرے گا اس طبقہ کے مخلصانہ تعاون کا ہمیں یقین نہ آئے گا۔ راجہ پنالال اور سیٹھ بنکٹ لال بدروکا نے اس واقعہ کی بار بار تردید کی کہ حکومت کی غذائی پالیسی کے خلاف کوئی خفیہ اور منظم پروپیگنڈہ جاری ہے۔ بعض تاجروں کا جو اس اجتماع میں شریک تھے یہ بیان ہے کہ مقررین نے بڑی احتیاط سے کام لے کر یہ کہا کہ میرے علم تک ایسا نہیں ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اس نفی میں اثبات کی بو آ رہی ہے۔

لطیفہ تو یہ ہے کہ دولت مند مقررین نے ایک ہی سانس میں ذخائر کے وجود سے انکار بھی کیا اور دبی زبان سے حکومت کو یہ بھی مشورہ دیا کہ اگر نگرانی برخاست کر دی جائے یا کم از کم قیمتیں بڑھا دی جائیں تو معمولی تجارت عود کر آئے گی۔ ہمارے ایک تاجر دوست کا بیان ہے کہ نواب صدر اعظم بہادر نے بعض مقررین سے اس بات کو تسلیم کرا لیا کہ نگرانی برخاست ہونے یا قیمتوں میں اضافہ ہونے کی صورت میں مال بازار میں آ جائے گا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ شاہ منزل کے اس اجتماع کا ماحصل یہی ہے کہ ساہوکاروں اور تاجروں نے بالواسطہ طور پر اس امر کا اعتراف کیا کہ ذخائر موجود ہیں اور شاید حکومت ان سے یہی بات کہلوانا چاہتی تھی۔ اگر ساہوکار یہ سمجھتے ہیں کہ انھوں نے اپنی خوشامدانہ تقاریر سے حکومت کو دھوکہ دیا تو وہ خود دھوکہ میں ہیں کیونکہ حکومت نے اس اجتماع میں اپنے معلومات کی مکمل تصدیق کرالی۔

بہت کہا گیا ہے کہ راجہ پنالال پتی نے مقررین کا انتخاب بڑی ہوشیاری سے کیا۔ راوی نے بطور مثال مسٹر ہیرزن جی فریدون جی کی تقریر کا ذکر کیا۔ مسٹر ہیرزن جی جالنہ کے مشہور اور مالدار تاجر ہیں ہم ان کی داد و دہش کی شہرت سنا کرتے تھے مگر ہمیں اس کا علم نہ تھا کہ ایک مالدار ایک ستار کا ثابت ہو سکتا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ مسٹر ہیرزن جی کی تقریر بے محل اور خاطر خواہ خیز تھی۔ پارسی قوم کے ایک فرد سے بھی اس قسم کی تقریر کی توقع نہ تھی۔ اس قوم کے متعلق مملکت آصفیہ سے نہایت قدیم اور وفادارانہ ربط رہے ہیں مگر ہیرزن جی بدنام کنندہ نکو نامے چند کا مصداق ثابت ہوئے۔

اس ضمن میں مولوی لائق علی صاحب کے بیوپاریوں سے متعلق بھی اظہار خیال بے محل نہ ہوگا۔ صاحب موصوف کو ان کی موجودہ مصروفیت کی وجہ سے تاجر پیشہ افراد سے روزمرہ کا واسطہ رہتا ہے۔ اس لئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صاحب موصوف بھی ان اشخاص کے پروپیگنڈے سے کسی قدر متاثر ہو گئے۔ اگر ہماری یہ اطلاع صحیح ہے تو ہم کہیں گے کہ ہر کامیاب تاجر کامیاب سیاست داں نہیں کہا جا سکتا۔ راجہ پنالال اور سیٹھ بنکٹ لال بدروکا ان چند مستثنیات سے ہیں جو درجہ اول کے تاجر بھی ہیں اور درجہ اول کے سیاست داں بھی۔ کاش مولوی لائق علی صاحب کو بھی ہم اس صف میں دیکھ سکتے۔

یہ وہ تاثرات ہیں جو شاہ منزل کے اجتماع کی روداد پڑھنے اور بعض شرکا سے گفتگو سننے کے بعد ہم پر مرتسم ہوئے ہیں۔ اگر صحافتی نمائندے بھی اس جلسہ میں شریک ہوتے تو وثوق کے ساتھ تبصرہ کیا جا سکتا۔ تاہم اس اجتماع کی اہمیت کے پیش نظر جو معلومات حاصل ہو سکے ان پر اکتفا کر کے ہم نے تبصرہ کی جسارت کی۔

ساہوکاروں اور تاجران غلہ کو معلوم ہونا چاہئے کہ پولیس سے آنکھ مچولی انہیں زیادہ عرصہ تک نہیں چل سکتی۔ چور بازار سے تنگ آکر جب عوام ان ذخائر پر خود قابض ہونا چاہیں گے وہ دن ان مالدار تاجروں کے لئے جو تاجروں کے لیڈر اور لیڈروں کے سرپرست ہیں ایک برا دن ہوگا۔ نواب صدر اعظم بہادر نے بالکل بجا فرمایا کہ حکومت سرمایہ داروں اور زمینداروں پر احسان کر رہی ہے کہ اس نازک موقع پر غلہ کی تجارت میں دخل دے کر ان مالدار طبقوں کو بھوکے عوام کے غیض و غضب سے بچا رہی ہے۔ تاجروں کو یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ حکومت بھی زیادہ دیر تک آنکھ مچولی نہیں کھیلا کرتی۔ بالآخر قانون کی فولادی زنجیر سخت تر ہو جاتی ہے۔ اگر حیدرآباد کی حکومت اس کلیہ کے خلاف عمل کر رہی ہے تو وہ اپنا وقار کھو بیٹھے گی اور اگر وہ اس کلیہ پر عمل کرے جیسا کہ ہر حیدرآبادی کو اس سے توقع ہے تو حیدرآباد کے روایات اس منظر کے متحمل نہ ہوں گے جبکہ بڑے بڑے لکھ پتی اور کروڑپتی جو بعض جاگیرداروں اور عہدہ داروں کو قرض دیا کرتے ہیں پابجولاں نظر آئیں گے۔ حیدرآباد میں آج تک ایسا نہیں ہوا اور خدا نہ کرے کہ ایسا ہو۔

پست اقوام کا مسئلہ اور جمہوریت کی تحریک

مسٹر شیام سندر صدر حیدرآباد پست اقوام فیڈریشن نے اپنے ایک طویل بیان میں جو گزشتہ ہفتہ ... میں

شائع ہونے سے معاصر ریاست نے ایک اداریہ پر تنقید کی ہے اور یہ بتایا ہے کہ ریاست نے مسٹر ... کی لندن والی تقریر اور پست اقوام کا تقریش کی تفسیر پر تبصرہ کے ضمن میں ان لیڈروں کو خود ساختہ اور سیاسی تحریر کیا ہے۔ مسٹر شیام سندر نے اس الزام کی تردید کرتے ہوئے اپنے قول بیان میں کانگریسی لیڈروں کو سوا الزام ٹھیرایا ہے اور پست اقوام کے احساسات کی کمی کا اظہار کرنے کے بعد وہ بیان کہتے ہیں کہ پست اقوام ہندو نہیں ہیں اور کوئی اعلیٰ ذات کا ہندو لیڈر ان کی نمائندگی کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔

اس امر سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ ہندوستان کے حل طلب مسائل میں پست اقوام کا مسئلہ بھی ہے۔ اس خصوص میں ہمارا نقطۂ نظر ہمیشہ یہ رہا ہے کہ پست اقوام کا مسئلہ ہندو سماج کا ایک گھریلو مسئلہ ہے۔ اس میں دوسروں کو مداخلت کرنے کی ضرورت نہیں اور ہندو قائدین ہی اس مسئلہ کو حل کر سکتے ہیں۔ لیکن جب ہندوستان میں جمہوری اداروں کے قیام کا مسئلہ سامنے آتا ہے تو ہر غور و فکر کرنے والے کو پست اقوام کے مسئلہ سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ جب ہم ہندوستان کی سیاسی تحریکات پر غور کرتے ہیں تو ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ جو ادارے جمہوریت کے طالب ہیں وہ سیاسی جمہوریت کا مطالبہ تو کرتے ہیں لیکن سماجی اور معاشی جمہوریت کے قیام کی کوشش نہیں کرتے جس کے بغیر سیاسی جمہوریت ہمیشہ ناکام رہتی ہے۔ کانگریس اور اس کے ہم خیال اداروں نے پارلیمانی جمہوریت کو اپنا نصب العین بنا رکھا تھا۔ پارلیمانی جمہوریت میں ایک مجلس مقننہ ہوتی ہے جہاں عوام کی رائے ظاہر کی جاتی ہے، ایک مجلس عاملہ ہوتی ہے جو مقننہ کے تابع ہوتی ہے۔ مقننہ اور عاملہ کے اوپر ایک عدلیہ ہے جو ان دونوں پر قابو رکھتا ہے۔ پارلیمانی جمہوریت میں عوامی حکومت کی تمام علامتیں پائی جاتی ہیں لیکن اس کے باوجود سماجی و معاشی مساوات کا فقدان ہوتا ہے۔ پارلیمانی جمہوریت میں اقتدار ایک جماعت کے ہاتھ میں آجاتا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ جب تک کانگریس پارلیمانی جمہوریت کو اپنا نصب العین بنائے رکھے گی وہ ہندوستان کو ایک اور ناقابل تقسیم رکھنے کے باوجود پست اقوام کے مسئلہ کو حل نہ کر سکے گی اور پست اقوام میں اس قسم کے تلخ احساسات اور علیحدگی پسند رجحانات پیدا ہوں گے جن کا اظہار مسٹر شیام سندر نے اپنے بیان میں کیا ہے۔

گزشتہ ربع صدی سے کانگریسی سیاست کی باگ ڈور گاندھی جی کے ہاتھ میں رہی ہے۔ گاندھی جی نے چھوت چھات کو مٹانے کی ان تھک کوشش کی مگر ناکام رہے اور حقیقی معنوں میں جمہوری فضا پیدا نہ ہو سکی۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ مدراس کے ایک سابق کانگریسی وزیر مسٹر راما نا تھن نے اپنے ایک مضمون میں جو نومبر [illegible] میں بمبئی کرانیکل میں شائع ہوا تھا "کیا کانگریس ناکام رہی" کے عنوان پر تفصیلی بحث کرتے ہوئے اس ناکامی کے اور وجوہ کے ساتھ یہ وجہ بھی بتائی ہے کہ:

"گاندھی جی ہندو مسلم مناقشہ سے زیادہ ایک اور برائی کو وجود میں لانے کا باعث ہوئے۔ اس نے ذات پات کے نظام کو حق بجانب قرار دے کر اس کی زندگی کو طویل کر دیا۔ اس میں شک نہیں کہ گاندھی جی نے چھوت چھات کی بڑی شدت سے مذمت کی ہے لیکن زبانی باتوں سے کیا فائدہ ہوتا ہے۔ چھوت چھات ذات پات کے نظام کا ایک رخ ہے اور ذاتوں کے وجود کو ورناشرم کے نظریہ سے تقویت پہونچتی ہے جو کہ مذہب کا ایک اہم عنصر ہے۔ ورناآشرم کا نظریہ نسلی برتری اور رنگ کے تعصب پر مبنی ہے۔ اس نے اعلیٰ ذاتوں کے تکبر کو حق بجانب قرار دیا ہے اور ہزارہا سال سے کروڑہا مخلوق کو ذلیل و خوار کیا ہے۔ اس نے ہندوؤں کے بہت سے طبقوں کو دوسرے مذاہب اسلام اور عیسائیت وغیرہ میں سکون اور خودداری تلاش کرنے پر مجبور کر دیا۔ جنوبی ہند میں اس نے برہمن اور غیر برہمن کا جھگڑا کھڑا کر دیا۔ ہمارے صوبہ کے لیے یہ ایک شرمناک بات ہے کہ ہوٹلوں میں کمرے "صرف برہمنوں کے لیے" اب بھی محفوظ کیے جاتے ہیں۔ مکانوں پر تختیاں لگائی جاتی ہیں کہ "صرف برہمنوں کے لیے کرایہ پر دیا جاتا ہے"۔ ہمیں جنوبی افریقہ کی مذمت کرنے کا کیا حق ہے؟ ہمارے لیڈروں نے اس مسئلہ کو نظر انداز کر کے بڑی غلطی کی۔ چھوت چھات مٹانے کے لیے انہوں نے بہت کچھ کیا لیکن ورناآشرم کے متعلق ایک لفظ بھی نہیں کہا گیا جس پر ذات پات کا سارا انتظام مبنی ہے۔ نازیوں نے آقاؤں کی نسل کا تصور ہم سے لیا ہے جو یہ سکھاتا ہے کہ اعلیٰ ذاتیں حکومت کرنے کے لیے اور ادنیٰ ذاتیں اطاعت کے لیے پیدا ہوئی ہیں۔ ہمارے موجودہ لیڈروں میں یہ جرأت نہیں پیدا ہوئی کہ اس برے ادارے کا قلع قمع کریں۔ ذات پات کو مٹانا ناممکن نہیں بشرطیکہ ہماری قوم اس کا تہیہ کرے۔ تاریخ عالم میں بڑے بڑے انقلابات رونما ہو چکے ہیں۔ ایسی مثالیں موجود ہیں جن میں طبقوں اور فرقوں نے یکایک اپنے حقوق حاصلہ اور مراعات سے دست برداری اختیار کر لی۔ ایسے تغیرات ہمارے ملک میں بھی رونما ہو سکتے ہیں۔ پولیسی حکومت ایسا انقلاب پیدا کرنے سے ہمیں نہیں روک سکتی۔"

مسٹر راما نا تھن کے خیال کے مطابق نسلی برتری کا تصور ــــ جو جمہوریت کے منافی ہے ــــ اس مسئلہ کے حل میں حائل ہے۔ ان حقائق کی روشنی میں معاصر ریاست کا یہ کہنا کہ "پورے ہندوستان کی بہبودی اور مرفہ الحالی کے بغیر ہندوستان کے کسی ایک فرقہ یا طبقہ کی بہبودی اور مرفہ الحالی کس طرح ممکن ہے؟" اصل مسئلہ سے گریز کرنا ہے۔ ہم نے یہ طویل اقتباس ان مقامی لیڈروں کے لیے نقل کیا ہے جو جمہوریت کا راگ الاپتے رہتے ہیں لیکن جمہوریت کی بنیادی شرائط سے غافل ہیں۔ پست اقوام کے مسئلہ کی حد تک ہم اپنے اس خیال کو پھر ایک بار دہرانا ضروری سمجھتے ہیں کہ یہ ہندو سماج کا گھریلو مسئلہ ہے۔ لیکن جب ہندو لیڈر جمہوریت کا مطالبہ کرتے ہیں تو قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جو لوگ ذات پات کا مسئلہ حل نہ کر سکے، جو پست اقوام کو پستی سے نہیں نکال سکے اور جو سماجی اور معاشی جمہوریت قائم کرنے کی کوشش نہیں کرتے کیا ان کے مطالبہ کا یہ منشا تو نہیں کہ جمہوریت کے نام سے ایک جماعت کی حکومت قائم کی جائے؟ ہمارا منشا یہ ہے کہ ہندوستان کے رہنمایان جمہوریت میں وہ جمہوری اسپرٹ پیدا نہیں ہوئی جس کی ضرورت تھی۔ جمہوری اصطلاحات ضرور استعمال کی جاتی ہیں مگر ان کا مفہوم کچھ اور ہوتا ہے۔ اور اگر کوئی صاف گو کہ سے کہے کہ اس تضاد کی طرف اشارہ کرتا ہے تو اس کو رجعت پسند یا فرقہ پرست کے نام سے مخاطب کیا جاتا ہے۔ اس تنگ نظری کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ جنوبی ہند سے اب ایک دراوڑستان کے قیام کی صدا بلند ہو رہی ہے۔ مگر خود حکومت کے علمبردار اس قسم کی صداؤں کی اصلی وجہ معلوم کرنے اور اپنے نقطۂ نظر میں اصلاح کرنے کے بجائے صرف جمہوریت کے نعرے لگانا ہی مناسب سمجھتے ہیں اور ظاہر ہے کہ نعرے لگانے سے مسائل حل نہیں ہوتے۔

رقبہ نظام ساگر میں نوآبادکاری

نظام ساگر کی تعمیر کے بعد جو تمام ہندوستان میں پانی کا دوسرا سب سے بڑا ذخیرہ ہے، ضلع نظام آباد میں زرعی سرگرمیوں کو غیر معمولی ترقی ہوگئی ہے۔ چنانچہ گزشتہ دو سال کے عرصہ میں (۲۰۰۰۰۹۰) ایکڑ اراضی آبی کاشت کے تحت لائی جاچکی ہے۔ چونکہ اس ضلع میں بمقام بودھن شکر سازی کا کارخانہ موجود ہے اس لئے نیشکر کی کاشت میں سال بہ سال اضافہ ہو رہا ہے۔ بسنہ ۱۳۵۱ف میں (۲۱۹۰۳) ایکڑ رقبہ اس فصل کے زیر کاشت تھا اور نیشکر کی کاشت کو ترقی دینے کے لئے حکومت کاشتکاروں کے واسطے روز افزوں سہولتیں بہم پہنچا رہی ہے۔ چنانچہ گزشتہ دو سال کے دوران میں (۳۱۳۰۳۶۲) روپے بطور تقاوی تقسیم کئے گئے۔

ترقیات نظام ساگر اور نوآبادکاری کی اسکیموں کے تحت دوسرے اضلاع کے کاشتکاروں کو ضلع نظام آباد میں آباد ہونے کی ترغیب دی جارہی ہے۔ حکومت نے اس ضمن میں جو سہولتیں بہم پہنچائی ہیں ان کی وجہ سے کاشتکاروں کی روز افزوں تعداد اس علاقہ میں آباد ہو رہی ہے اور نئی نئی آبادیاں بسائی جارہی ہیں۔ نوآبادکاروں کے واسطے اس سال (۵۰۰) مکانات تعمیر کرنے کی تجویز ہے اور اس مقصد کے لئے (۵۰۰۰۰) روپے فراہم کئے گئے ہیں۔ کاروبار شروع کرنے میں کاشتکاروں کی امداد کے خیال سے زرعی آلات، مویشی اور بہتر قسم کے تخم بھی بطور تقاوی تقسیم کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ اب تک اس اسکیم کے تحت (۵۰۱) لاکھ روپے سے زیادہ تقسیم کئے جاچکے ہیں۔ امداد باہمی کے اصول پر کاشتکاری کو فروغ دینے کی بھی کوشش کی جارہی ہے اور اس مقصد کے لئے حکومت نے خصوصی عملہ مقرر کیا ہے۔ متعدد مواضعات میں زرعی انجمن ہائے فروخت اور غلہ کے گودام بھی قائم کئے جاچکے ہیں۔ دیہی علاقوں کو ترقی دینے کے لئے رسل و رسائل کی اہمیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے سڑکوں کی تعمیر اور درستی پر پوری توجہ کی جارہی ہے۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے (۴۰) لاکھ روپے منظور کئے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ چاوڑیاں اور کنویں وغیرہ بھی تعمیر کئے گئے ہیں اور ان کے لئے (۲۰۰۰۰) روپے سالانہ کا متوالی عطیہ منظور کیا گیا ہے۔

تعلیم یافتہ بیروزگاروں کو کاشتکاری کی جانب مائل کرنے کے لئے بھی مناسب تدابیر اختیار کی گئی ہیں جن کی وجہ سے اس علاقہ نظام ساگر میں تعلیم یافتہ نوجوانوں کی کافی تعداد آباد ہوگئی ہے اور ان میں سے ہر ایک شخص کو اوسطاً (۵۰۲) ایکڑ اراضی کاشت کرنے کے لئے دی گئی ہے۔ حکومت صرف موروثی کاشتکاروں ہی کی امداد نہیں کرتی بلکہ باغبانوں، گلہ بانوں اور دوسرے اشخاص کو بھی کافی مدد دیتی ہے۔ چنانچہ کنہ لاپور تعلقہ بانسواڑہ کے ایک گلہ بان کو مویشی کو ترقی دینے کے لئے (۱۰۰۰۰) روپے بطور تقاوی عطا کئے گئے ہیں۔

ترقیات نظام ساگر کی اسکیم کے تحت زرعی تحقیقات کے لئے بھی (۶۹۰۲۰۰۰) روپے فراہم کئے گئے ہیں۔ زمین کی نوعیت کی صیانت، تجارتی اعتبار سے مفید میووں کا تفصیلی جائزہ، تمباکو کے متعلق تحقیقات اور مختلف فصلوں کے لئے پانی کی ضروری مقدار کا تعین جیسے امور بھی اس دائرہ میں شامل ہیں۔

سمکیات کو ترقی دینے کے لئے بھی ایک اسکیم مرتب کی گئی ہے جس کے متوالی مصارف (۶۰۰۰۱) اور غیر متوالی مصارف (۶۱۵۰۰) روپے ہوں گے۔ اس اسکیم کے تحت مقامی اور بنگالی اقسام کی مچھلیوں کی پرورش اور نگہداشت کے طریقوں کو عام کیا جائے گا۔

کچھ مدت پہلے ضلع نظام آباد میں ملیریا کا بہت زور تھا۔ چنانچہ اس کا انسداد کرنے کے لئے اردی بہشت ۱۳۵۴ف ایک باقاعدہ مہم شروع کی گئی۔ اس مہم کے تحت سارا ضلع آٹھ حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے اور ہر حصہ کے لئے ایک طبی عہدہ دار اور امدادی عملہ کا تقرر ہوا۔ ۱۳۵۵ف میں (۱۰۰) پونڈ کونین تقسیم کی گئی اور (۱۰۰) مواضعات میں موقتی ضروریات کے لئے دوائیں فراہم کی گئیں۔ یہ دوائیں پولیس پٹیلوں کے پاس رہتی ہیں۔ حلقہ واری طبی عہدہ دار اور ان کا عملہ ہفتہ میں ایک بار مواضعات کا دورہ کرتے ہیں اور حسب ضرورت دواؤں کی فراہمی کا پورا خیال رکھتے ہیں۔ دوائیں فراہم کرنے کا یہ طریقہ بہت کارآمد ثابت ہوا اور مواضعات کے باشندے ان سے زیادہ فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ۱۳۵۵ف میں تقریباً (۱۰۰۰۰) مریض اس انتظام سے مستفید ہوئے۔

ملیریا کا انسداد کرنے کے لئے جو تدابیر اختیار کی گئی ہیں ان کے مفید اور کامیاب ہونے کا اندازہ اس بات سے ہوسکتا ہے کہ اس مہم کی ابتداء کے بعد (۱) ماہ کے اندر سات حلقوں میں مریضوں کی تعداد میں (۳۱٫۳) فیصد کمی ہوگئی۔ بچوں کی شرح میں بھی نمایاں کمی ہوئی۔ حلقہ نرمل پور میں یہ شرح ۱۳۵۴ف میں (۷۰٫۳) فیصد تھی لیکن ۱۳۵۵ف میں (۱۹٫۹) فیصد رہ گئی۔ اسی طرح تمام حلقوں میں طحالی شرح میں بھی نمایاں کمی ہوئی۔

تعطل کے لئے مولانا حسرت موہانی کا حل

"ہندوستانی سوشلسٹ جمہوری حکومتیں قائم کی جائیں"

کانپور ۲۰ فروری۔ مولانا حسرت موہانی نے یونائیٹڈ پریس کو حسب ذیل بیان دیا ہے: "میری رائے میں یہ ہے کہ مجوزہ کانفرنس (ہمہ جماعتی کانفرنس) متحدہ مطالبہ کو حسب ذیل فارمولے کی بنیاد پر تشکیل دے۔

ہندوستان ساری جنگ میں برطانوی حکومت کو کامل تعاون پیش کرنے کے لئے تیار ہے۔ اور درمیانی دور میں ایسی مخلوط مرکزی اور صوبجاتی حکومتوں کے قیام سے مطمئن ہے جو اقتدار اعلیٰ کے ارادہ سے زیادہ ہوں۔ بشرطیکہ برطانیہ یہ طے کرے کہ وہ اب سوویت دستور کی بنیاد پر ہندوستانی سوشلسٹ جمہوری حکومتوں کی یونین کی تشکیل اور قیام کو قبول کرے گا اور متحدہ کانسٹی ٹیونٹ کو کامل آزادی دے گا۔

اس کے بعد مولانا حسرت موہانی اپنے بیان میں کہتے ہیں میں خوش ہوں کہ مسٹر راجگوپال اچاریہ نے بلگام میں تقریر کرتے ہوئے صاف طور پر اسی تجویز کو بتایا اور میرے پاس یہ باور کرنے کے لئے وجوہ موجود ہیں کہ گاندھی جی اور مسٹر جناح میری تجویز کے خلاف نہیں ہیں۔

مجوزہ کانفرنس میں انڈیپنڈنٹ اور قوم پرست افراد کو ایسی ہی واضح تجاویز مرتب کرنی چاہئیں جیسی کہ میں نے بتائی ہیں۔ اور مجھے معلوم ہے کہ یہ تجاویز ان تمام جماعتوں کے لئے قابل قبول ہیں جو باہمی شکوک کی وجہ سے پہل نہیں کرنا چاہتیں۔"

(یو۔ پ)

عوام کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں

سرکار کے پاس کافی غلہ موجود ہے اگر تاجر یا ساہوکار سرکاری نرخوں پر غلہ فروخت کرنے سے انکار کریں تو سرکار آپ کی ضروریات کی تکمیل کرسکتی ہے۔ غلہ کا تاجر اپنی فائدہ مند تجارت چھوڑ نہیں سکتا۔ بہت جلد وہ بھی سرکاری نرخوں پر مال فروخت کرنا شروع کردے گا۔

ہندوستان کے معاشی مسائل پر

لارڈ ویول کا تبصرہ

لارڈ ویول نے اپنی حالیہ تقریر میں ہندوستان کے معاشی مسائل پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔

غذا

"جاپان کے خلاف جنگ کا ایک اہم مرکز ہونے کی حیثیت سے ہندوستان کو مستحکم اور منظم ہونا چاہئے۔ استحکام کو برقرار رکھنے کے لئے ہمیں اپنے معاشی مسائل حل کرنے چاہئیں۔ مسئلہ غذا جو ان میں سب سے اہم مسئلہ ہے مقننہ کے دونوں ایوانات میں پوری طرح بحث کی جاچکی ہے۔ یہ ایک کل ہند مسئلہ ہے جس کو میری حکومت کل ہند اساس پر منظم کر رہی ہے۔ ہمارے لائحہ عمل کے بنیادی نقاط یہ ہیں: نگرانی نرخ اجناس کے تحت تاجروں پر سختی سے نگرانی، راست خریدی کی جس میں مسابقت کا انسداد، قانونی نگرانی نرخ اشیاء، اجناس کی نقل و حرکت پر نگرانی، اور بڑے شہروں میں راشن بندی۔ گزشتہ چار ماہ میں ہم نے ترقی کی ہے۔ ہم ابھی مشکلات سے دوچار ہیں لیکن کافی درآمدات کے ذریعہ مجھے یقین ہے کہ ہمارا غذائی موقف سنہ ۱۹۴۵ء میں بہت بہتر ہو جائے گا۔ ہمارا مقصد کاشتکاروں پر شہریوں کو ترجیح دینا نہیں ہے بلکہ یہ انتظام کرنا ہے کہ اجناس خوردنی سب کو ایسی قیمتوں پر مل سکیں جو کاشتکاروں کے لئے بھی مناسب ہوں اور آبادی کے غریب تر لوگوں کی دسترس سے باہر نہ ہوں۔ زیادہ غلہ اگاؤ کی مہم نے رسد میں کافی اضافہ کیا ہے۔ جنگ کے بعد چند سال تک دنیا کو قلت اجناس سے دوچار ہونا پڑے گا۔ ہندوستان کو جہاں تک ممکن ہو اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کے لئے تیار ہونا چاہئے۔ ایک زبردست زرعی پالیسی ضروری ہے۔

افراط زر

مسئلہ غذا افراط زر سے قریبی تعلق رکھتا ہے جس کو حل کرنے کا ہم نے تہیہ کر لیا ہے۔ مسٹر فینانس ممبر بجٹ پیش کرتے وقت اس پر تفصیلی بحث کریں گے اور جو تدابیر وہ پیش کرنے والے ہیں میں ان پر یہاں بحث کرنا نہیں چاہتا۔ میں صرف یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ قیمت کی رفتار میں نمایاں ترقی ہوئی ہے اور رسد میں اضافہ کرنے اور ہندوستان میں بنی ہوئی اشیائے صرف کی مقدار بڑھا کر قیمتوں کو گھٹانے میں ہم نے کچھ کامیابی حاصل کی ہے۔ جدید محکمہ صنعت بحیثیت رسد کے آگے بہت اہم کام ہے۔ اس نے معیاری کپڑا اور ان کے کھپت کے لئے اور درآمدہ ادویات کی قیمتوں پر نگرانی قائم کرنے کا کام شروع کر دیا ہے۔

نقل و حمل کے نظام پر بہت بار پڑا ہے میں جانتا ہوں کہ عام پبلک کو سفر کی سہولتیں حاصل نہیں ہیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ زمانہ جنگ میں یہ چیز ناگزیر ہے۔ اور یہ حالت اس وقت ساری دنیا میں پائی جاتی ہے۔

کوئلہ

ایک تازہ ترین مسئلہ جس سے نہ صرف نقل و حمل کے عہدہ دار بلکہ پبلک ادارے، اور کارخانے دار وغیرہ دوچار ہیں وہ سارے ہندوستان میں کوئلہ کی قلت کا مسئلہ ہے۔ اس کے چند اسباب ہیں۔ فصلوں کی اچھی حالت، کوئلہ کی کانوں سے باہر زیادہ مزدوری کی فراہمی، اغذیہ کی دشواریاں، ملیریا کی اشاعت وغیرہ نے مزدوروں کو کوئلہ کی کانوں سے ہٹانے کا باعث ہوئے۔ اب یہ حالت عود کر آرہے ہیں۔ لیکن ابھی بہت کچھ کرنا ہے۔ حکومت نے کوئلہ کے کمشنر کا تقرر کیا ہے جو کوئلہ کی پیداوار اور اس کی تقسیم سے متعلق تمام امور کا مطالعہ کرے گا اور متعلقہ محکمہ جات کی پالیسی کو موثر طریقہ پر روبہ عمل لانے کا انتظام کرے گا۔

مابعد جنگ تنظیم

مابعد جنگ دنیا میں ہندوستان بڑے مواقع اور بڑے خطرات سے دوچار ہوگا اور اس کو نمایاں حصہ لینا ہوگا۔ اس وقت ہمارا کام یہ ہے کہ آنے والے زمانہ کے لئے ہندوستان کو مادی اور اخلاقی اعتبار سے تیار کریں۔ پہلے ان مواقع پر غور کرو۔ ہندوستان کے زرعی اور صنعتی وسائل غیر ترقی یافتہ ہیں۔ اس کی زمین سے پورا پورا استفادہ نہیں کیا جا رہا ہے۔ زراعت آبپاشی اور کھاد کے طریقوں میں اصلاح کے ذریعہ ہم غذا کی مقدار اور نوعیت میں بہت بڑا اضافہ کر سکتے ہیں۔ ہندوستان میں تجارتی ترقی کے بھی بڑے امکانات ہیں۔ اس کے معدنی وسائل ابھی محتاج ترقی ہیں۔ مزدوروں کی تعداد وافر ہے اور ان کا ایک طبقہ اب کافی مہارت حاصل کر چکا ہے۔ ہندوستان میں بہت سے تجربہ کار اور قابل کاروباری لوگ موجود ہیں۔ جنگ کے اختتام پر اس کا مالیاتی موقف بھی بہتر رہے گا۔ اس کی پیداوار کے لئے ہندوستان کے اندر اور باہر غیر محدود منڈیاں موجود ہیں۔

لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہندوستان کے لئے چند معاشی دشواریاں بھی ہیں۔ اس کی بڑھتی ہوئی آبادی، تعلیم یافتہ اشخاص کے فی صد کی کمی، صحت عامہ کا پست معیار، کاشتکاروں اور مزدوروں کا افلاس اور ناکافی مواصلات کی وجہ سے معیار زندگی کو بلند کرنے کا مسئلہ جس سے ہندوستان دوچار ہے بہت شدید ہو گیا ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ معاشی مواقع سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں تاکہ چند افراد کی دولت میں اضافہ نہیں بلکہ عوام کے افلاس کو دور کر کے ان کی زندگی میں بہتر معاش ہم پہونچائیں۔ موجودہ حکومت ہندوستان کی مابعد جنگ تنظیم کے لئے راستہ صاف کرنا چاہتی ہے۔

ہمیں جنگ کے واپس ہونے والے سپاہیوں کے مسئلہ پر غور کرنا ہے۔ دوران جنگ میں کارخانوں سے جو معاوضے ملتے ہیں انہیں ختم کرنا ہے۔ مزدوروں کو زمانہ امن کی صنعت پر لگانا ہے اور اس سامان کے ذخائر کی نکاسی کا انتظام کرنا ہے جو اغراض جنگ کے لئے فراہم کیا گیا تھا۔

مابعد جنگ تنظیم کے خاکوں کا ذکر کرتے ہوئے لارڈ ویول نے کہا کہ ایکزیکیٹو کونسل کی ایک کمیٹی اس پر غور کر رہی ہے جس کے ساتھ کئی اور کمیٹیاں جن میں کافی غیر سرکاری عنصر شامل ہے کام کر رہی ہیں۔ بہت کچھ ابتدائی کام ہو چکا ہے۔ ہم اب ایسی منزل پر پہونچ گئے ہیں جہاں بعض امور سے متعلق مثلاً جنگ کے واپس ہونے والے سپاہیوں کو روزگار پر لگانے کے خاکے تفصیل کے ساتھ شروع کئے جا سکتے ہیں۔ لارڈ ویول نے یہ بھی بتایا کہ قوت برقی، صنعت و حرفت، سڑکوں کی تعمیر، آبپاشی اور زراعت سے متعلق خاکے تیار کرنے کے لئے عہدہ دار مقرر کئے گئے ہیں۔ اور صنعت و حرفت سے تعلق رکھنے والے ہندوستانیوں کے لئے یہ مواقع فراہم کئے جائیں گے کہ وہ انگلستان اور امریکہ کا دورہ کر کے ان مسائل کا مطالعہ کریں۔ سماجی مسائل سے متعلق مشترکہ تعلیمات کی بابت حکومت کے آگے ہے۔ طبی اور صحت عامہ کے مسائل پر بھور کمیٹی کی رپورٹ عنقریب پیش ہوگی۔ سنہ ۱۹۴۵ء میں خاکے تیار ہو جائیں گے۔ جو سارے ہندوستان پر حاوی ہوں گے۔ توقع کی جا رہی ہے کہ صوبہ جات ہند اور ریاستیں بہتر منصوبے پیدا کرنے کے لئے مرکز کے ساتھ تعاون عمل کریں گے۔

سیاسی نمک پارے

از
کشانت

ایک واقف کار نامہ نگار تحریر کرتے ہیں کہ:-
"گزشتہ چند ہفتوں سے اضلاع سے جو غلہ جو ہماری خوردنی غلہ کو آرہا ہے ہیں اس کے ذخیرے اکثر و بیشتر سکندرآباد میں خالی کئے جا رہے ہیں۔ اس کے علاوہ بنڈیوں اور ریلوں کے ذریعہ جو مال آرہا ہے اس کی منزل مقصود بھی سکندرآباد ہی ہے اور شہر حیدرآباد کے ذخائر بھی سکندرآباد منتقل ہو رہے ہیں۔ ایسا کیوں ہو رہا ہے اس کی وجہ شاید صرف مسٹر سی اسی پال ہی بتا سکیں گے جو سکندرآباد کے ناظم اغذیہ ہیں۔"

مسٹر پال کے حافظہ کو تازہ کرنے کی ضرورت ہے کہ وہ سرکار عالی کے وظیفہ یاب عہدہ دار ہیں۔

اخبار "میٹین" میں چند روز قبل ایک مضمون شائع ہوا تھا جس میں سکندرآباد کے انتظامات رسد کی تعریف اور حیدرآباد کے انتظامات رسد کی تنقیص کی گئی تھی۔

ہم یہ بتانے کی کیوں زحمت گوارا کریں کہ یہ مضمون کس کے اشارہ پر لکھا گیا اور ایسے مضمون نگاروں کو کون پال رہا ہے۔

ہمارے نامہ نگار خصوصی کی اطلاع ہے کہ:-
"راجہ پنالال پتی نے حکومت کو یہ مشورہ دیا ہے کہ وہ جوار کی قیمت میں اضافہ کرے۔"

نمک کے غریبوں کو ہمارا یہ پیام ہے کہ جاگو جگاؤ اور بھوک ہڑتال کے لئے تیار ہو جاؤ خواہ مقابلہ مشورہ دینے والوں کا کرنا پڑے یا مشورہ قبول کرنے والوں کا۔

ہمارے نامہ نگار نے کافی تحقیق کے بعد یہ رائے قائم کی ہے کہ:-
"(یہ) معلوم ہوتا ہے کہ ملک کے سب تاجر نرخوں میں اضافہ کے قائل نہیں۔"
ہمارے خیال میں اس کے دو وجوہ ہو سکتے ہیں۔ یا تو ان میں سے بعض تاجروں کو غریبوں سے واقعی ہمدردی ہے یا موجودہ نرخوں سے فائدہ اٹھا کر وہ کثیر ذخائر اپنے قبضہ میں لانے کے بعد نرخوں میں اضافہ کا مطالبہ کرنا چاہتے ہیں۔

یہ ضروری نہیں کہ خود راجہ پنالال بھی جوار کے نرخ کو واقعی کم سمجھتے ہوں۔ وہ اس لئے بھی اضافہ کا مشورہ دے سکتے ہیں کہ موجودہ نرخوں کے غلہ میں کسی ایک جگہ رخنہ ڈال دیں تا کہ غلہ کو مستحکم کرنے میں آسانی ہو۔ اور اگر ایسا بھی ہو سکے تو کم از کم ساہوکاروں کو پیٹ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے یہ کہنے کا موقع ملے گا کہ آخر حکومت کو مجبور ہو کر نرخ بڑھانا ہی پڑا۔ حکومت کو شکست دینے کا یہ ایک نرالا طریقہ ہے۔

چند سوالات اور ایک توقع

(۱) کیا یہ صحیح ہے کہ وہ سیاسی لیڈر جنھوں نے قولی اور فاضلانہ قراردادوں کے ذریعہ حکومت کی موجودہ غذائی پالیسی کو صحیح بتایا ہے ان ملزمین کی رہائی کے لئے پیروی اور سفارش نہیں کرتے پھر رہے ہیں جو موجودہ غذائی قوانین کے تحت ماخوذ ہوئے ہیں۔

(۲) کیا سر رشتہ معلومات عامہ براہ کرم ایسے لیڈروں کی فہرست شائع فرمائے گا جو ایک جانب غذائی قوانین کی ضرورت سے اپنے آپ کو متفق بتاتے ہیں اور دوسری جانب قانون شکن گروہ کو قانون کی زد سے بچانا چاہتے ہیں۔

(۳) اگر یہ فہرست صیغہ راز میں رکھی گئی ہے تو کم از کم ان لیڈروں کی فہرست شائع کی جا سکتی ہے جو آڑھت کے خلاف احتجاج بھی کرتے ہیں اور آڑھت کے اجارہ داروں کے لئے پیروی بھی کرتے ہیں۔

(۴) ہمیں امید بلکہ یقین ہے کہ مجلس انسداد قلت وگرانی کے کسی رکن کا نام ان فہرستوں میں شامل نہ ہوگا۔

ایک معزز شہری نے تحریر کیا ہے کہ:-
"راجہ سر بنسی چند صاحب کو عامل بلدیہ بنے ہوئے تقریباً پانچ ماہ ہو چکے ہیں لیکن شہر کی سڑکیں ہنوز جنگ زدہ نظر آتی ہیں۔"

عامل کی اس بے عملی کو دوسرے الفاظ میں ہم اس شعوری وجہ ایسی بے عملی کہتے ہیں۔

شہر کی اکثر گلیوں کے تختے غائب ہیں۔ ایک خبر معلوم نہیں یہ تختے اغراض جنگ میں کام آئے یا انسداد قلت وگرانی اجناس میں۔

معلوم ہوا ہے کہ حکومت نے عامل صاحب بلدیہ کو اس بات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ تانگوں کی منظوری کے حصول کی نسبت جلد کارروائی کی جائے۔ تو اور رکشاؤں میں مسافروں کی تعداد، سامان کے وزن، رکشا قلیوں کی محنت جیسے مسائل کی خاص طور پر نگہداشت رکھی جانی چاہئے۔ رکشا قلیوں کے لئے سایہ دار اسٹانڈ کے مسئلہ پر بھی توجہ کرے۔
([illegible] پریس)

اور ہم عامل صاحب بلدیہ کو اس امر کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں کہ رکشا قلیوں کو شہر کی جغرافیہ سے واقف کرایا جائے اور ان کے لئے تھوڑی سی تعلیم بھی فراہم کی جائے۔

ریاست بڑودہ کے دستور پر تبصرہ کرتے ہوئے معاصر "مشیر دکن" تحریر کرتا ہے کہ:-
"اس کا یقین کیا جا سکتا ہے کہ آئندہ جب کبھی ہماری (حیدرآباد) اصلاحات کے تحت مجلس وضع قوانین وجود میں آجائے گی اس کے ارکان منتخب شدہ میں سے ایک یا زائد کو رکن یا ارکان باب حکومت کی حیثیت سے خدمت انجام دینے کا موقع دے گا۔"

اگر باب حکومت کی ترکیب ہی مقصود اصلی ہے تو اصلاحات یا مجلس وضع قوانین کا کیوں انتظار کیا جائے؟ اگر مشکل یہ ہے کہ امیدواروں کے ہجوم غفیر میں سے کس کا نام پیش کیا جائے۔ منتخبہ کے انتخاب سے پہلے ہماری نظر انتخاب راجہ پنالال سابق [illegible] اور ڈاکٹر میلکوٹے پر پڑتی ہے چاہے ہمارے معاصر کو اس سے اختلاف ہی کیوں نہ ہو۔

بلا تنقید۔

مسٹر حسین امام نے وائسرائے کی تقریر پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ کانگریس کو اب مسلم لیگ کو مجبور متحدہ کے ارکین کو دیکھے اور ارکین کانگریس کو [illegible] تھپکیاں۔" (اسوسی ایٹیڈ پریس)

یوکرین کا اہم صنعتی مرکز نازیوں سے آزاد کرالیا گیا

بحیرہ بالٹک کے ساحل سے بحیرہ اسود کے ساحل تک سوویٹ یونین کی فوج طوفان کی طرح نازی درندوں کو موت کے گھاٹ اتار رہی ہے۔ اُن کی صفیں ٹوٹ رہی ہیں۔ اُن کے شیرازے بکھر رہے ہیں اور اکثر جرمن سپاہی نرغے میں آگئے ہیں اور اب اُن کے لئے سوائے ہتھیار ڈال دینے کے کوئی چارہ نہیں۔

جنوبی مورچے پر کانیف اور سمیلا کے درمیان تقریباً سوا لاکھ نازی فوجیں چاروں طرف سے گھر گئی ہیں۔ یہ محاصرہ اتنا اچانک اور کامیاب ہوا کہ نازیوں کو اُس وقت ہوش آیا جب بھاگنے کے تمام راستے بند ہو چکے تھے۔ ان فوجوں کو ایک طرف سے جنرل واتوتین کے سپاہی اور دوسری طرف سے جنرل کونیف کے سپاہی تباہ و برباد کر رہے ہیں۔ کانیف اور سمیلا کے شہروں پر لال جھنڈے لہرانے لگے ہیں اور روسی سوار جن علاقوں میں نازیوں کے گرد گھیرا ڈالا گیا تھا، اُس کا حلقہ روز بروز تنگ ہوتا جاتا ہے۔ روسی چھاپہ مار سپاہیوں نے دشمنوں کے لئے مزید مشکلات اور تنگ کر دیا ہے۔

اسی دوران میں جنرل مالینووسکی کی فوج نے داگ اور نکوپول کے علاقے میں نازیوں پر زبردست حملہ کیا۔ یہ حملہ اتنا اچانک تھا کہ چودہ ہزار نازی سپاہیوں کو بھاگنا ہی پڑا۔ ہزاروں جرمن کھیت رہے اور توپوں، ٹینکوں اور بندوقوں کا بہت بڑا ذخیرہ میدان جنگ میں پڑا پایا گیا۔ تازہ ترین خبر ہے کہ سرخ فوج نے نکوپول پر قبضہ کر لیا ہے اور سوویٹ یونین کی دو فوجیں کھیرسن اور نکولائیف کی طرف بڑھ رہی ہیں اور نکوپول سے ۲۵ میل پچھم تک پہنچ گئی ہیں۔

نکوپول کی فتح فوجی اور معاشی نقطۂ نظر سے بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ اس مورچے پر جو جرمن سپاہی گرفتار ہوئے اُن کی زبانی معلوم ہوا کہ ہٹلر نے اپنی فوج کو حکم دیا تھا کہ نکوپول کے مورچے پر قدم پیچھے نہ ہٹنے پائیں کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اس مورچے کے ٹوٹ جانے سے سرخ فوج کے لئے رومانیہ کی طرف بڑھنا اور رومانیہ کے تیل کے چشموں پر بمباری کرنا آسان ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ نکوپول یوکرین کا بہت بڑا صنعتی مرکز ہے جہاں ابرک کی کانیں ہیں۔ ابرک سامان جنگ بنانے کے کام آتی ہے۔ نکوپول پر سرخ فوج کا قبضہ ہو جانے کے بعد نازی ابرک کی کانوں سے محروم ہو گئے اور ایک بہت بڑا صنعتی مرکز اُن کے ہاتھ سے نکل گیا۔

مغربی یوکرین کا مورچہ

مغربی یوکرین میں جنرل واتوتین کی فوجوں نے ردنو اور لٹسک کے شہروں پر قبضہ کر لیا ہے، اور کوول اور لووف کی طرف بڑھ رہی ہیں۔ لووف ریلوے کے راستے پر بہت بڑا جنکشن ہے۔

اُتری مورچے پر بھی نازیوں کو بھاگنا پڑ رہا ہے۔ جنرل گوورف کی فوجیں استھونیا کی سرحد عبور کر کے نارووا کے قریب تک پہنچ گئی ہیں۔ شمالی استھونیا کو نازیوں کے چنگال سے آزاد کرانے سے بحیرہ بالٹک میں مقیم روسی بیڑے کو نقل و حرکت میں بڑی آسانی ہو جائے گی۔ لوگا کے مورچے پر سرخ فوج کے دستے پسکوف کی طرف بڑھ رہے ہیں اور عنقریب اس مورچے پر بھی نازی اسی طرح گھر جائیں گے جس طرح وہ کانیف کے مورچے پر گھرے ہوئے ہیں۔ ان کے لئے فرار کی بس ایک راہ ہے اور وہ ہے پسکوف ریلوے۔ خلیج فن لینڈ اور جھیل پائی پس کے درمیان ۳۰ میل کا جو علاقہ نازیوں کے قبضے میں تھا اس پر اب سرخ سپاہیوں کا قبضہ ہو چکا ہے اور یہ راستہ بھی بند ہے۔ نروا پر قبضہ ہو جانے کے بعد اس علاقے میں مقیم نازی فوجوں کے لئے ہتھیار ڈال دینا لازمی ہو جائے گا۔

خبر آئی ہے کہ استھونیا میں سب روسی چھاپہ مار سرخ فوج کے ساتھ مل کر نازیوں پر حملہ کر رہے ہیں اور استھونیا کی سوویٹ حکومت لینن گراڈ سے اس قومی جنگ کا انتظام کر رہی ہے اور چھاپہ ماروں کو ضروری ہدایتیں بھیج رہی ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ عنقریب استھونیا کی جمہوریت سوویٹ یونین کے آزاد خاندان کا دوبارہ ایک رکن بن جائے گی۔ اسی کے ساتھ روسی فوجیں ترتو شہر کو تسخیر کرنے کے بعد ویٹے بسک پر حملہ کر رہی ہیں اور ریگا کی طرف بڑھ رہی ہیں اور جس دن ویٹے بسک پر سوویٹ کا قبضہ ہو گا اُس دن ریگا کے شمال میں نازیوں کی تباہی نازل ہو جائے گی۔ لینن گراڈ اور اس کے مغرب و جنوب کے اہم علاقے نازیوں سے آزاد ہو چکے ہیں۔ بالٹک ریاستوں کے عوام کی نظریں خصوصاً لینن گراڈ کے محاذ پر لگی ہوئی ہیں۔ لینن گراڈ محاذ کی جنگ آخری اور فیصلہ کن دور سے گزر رہی ہے۔ وہ وقت قریب آپہنچا ہے جب کہ سرخ فوج لینن گراڈ کا کل صوبہ نازی فوجوں سے مکمل طور پر آزاد کرا لے گی۔

مسئلۂ عرب و عالم اسلام

مسٹر چرچل کو مسٹر جناح کا تار

بمبئی ۔ ۱۰ فروری۔ مسٹر جناح صدر کل ہند مسلم لیگ نے وزیر اعظم مسٹر چرچل کے نام ایک بحری تار دیا جو عرب مسئلے سے متعلق ہے۔ کہا ہے کہ امریکی یہودیوں کے پروپیگنڈے سے جسے بعض حلقوں کی تائید حاصل ہے تشویش اور شدید فکر پیدا کر رہا ہے۔ قرطاس ابیض سے کوئی گریز اور کسی مستقل تصفیہ کا حکومت کی طرف سے مسلم ہندوستان کو دئے ہوئے تیقن کی تنسیخ سے عربوں کے ساتھ سخت ناانصافی اور انتہائی وعدہ خلافی ہوگی۔ صرف مسلم ہندوستان بلکہ سارا عالم اسلام اس سے گہرے طور پر متاثر ہوگا۔ سب حالات شدید خطرات سے پُر ہو گئے ہیں۔

افراط زر کو روکنے کی تدابیر

بزم معاشیات جامعہ عثمانیہ نے وقت کے اہم معاشی مسائل چند دلچسپ اور مفید مقالے شائع کئے ہیں۔ اس سلسلہ کا پہلا مقالہ "ہندوستان کے زر پر جنگ کے اثرات" کے عنوان سے مسٹر محمد احمد خاں بی اے (عثمانیہ) نے تحریر کیا ہے جس کا ایک اقتباس ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔
"حکمت"

حکومت ہند نے افراط زر کے وجود ہی سے انکار کیا تھا لیکن ملک ایوان ہائے تجارت نے اس نقطۂ نظر کے خلاف احتجاج کیا اور ماہرین معاشیات نے نہایت سنجیدگی اور دلائل کے ساتھ حکومت کی موجودہ پالیسی پر تنقید کی اور افراط زر کو روکنے کی طرف توجہ دلائی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حکومت ہند کے زاویہ نگاہ میں کچھ تبدیلی ہوئی ہے۔ وزیر مالیہ افراط زر کے وجود سے اب انکار نہیں کرتے بلکہ انھوں نے اس کا اعتراف کرلیا ہے اور ایک خاص عہدہ دار مخالف افراط طریقے اختیار کرنے کے لئے مقرر کیا گیا۔ گزشتہ موازنہ کو منظور کرنے کے دو ماہ بعد حکومت ہند نے آرڈیننس کے ذریعہ حسب ذیل مخالف افراط زر طریقے رائج کئے ہیں۔

۱۔ چھوٹے چھوٹے انکم ٹیکس ادا کرنے والوں کو ترغیب دی گئی ہے کہ اگر وہ محصول کی رقم قرضہ جنگ میں لگادیں تو محصول معاف کردیا جائے گا۔

۲۔ محصول زائد نفع اندوزی کی شرح ۶۶ سے ۱۰۰ کردی گئی ہے اور اس کے ایک حصہ کو علحدہ کردیا گیا ہے تاکہ جنگ کے بعد اس کو واپس کردیا جائے۔

۳۔ حکومت ہند نے بعض صوبائی حکومتوں کو ترغیب دی ہے کہ وہ ۵ء۱۷ کروڑ روپیہ کا قرضہ حاصل کرکے حکومت ہند کو وہ رقم ادا کردیں جو صوبائی حکومتوں کی جانب سے مرکز کو واجب الادا ہے۔

۴۔ حکومت ہند نے برطانوی حکومت کو ۳۰ ملین پونڈ ادا کئے ہیں تاکہ برطانوی حکومت ریلوے کا سالیانہ ادا کرے۔

۵۔ خانگی سرمایہ کاری پر پابندیاں عائد کی گئی ہیں۔ حکومت کی اجازت کے بغیر کوئی نئی کمپنی قائم نہیں کی جاسکتی۔

۶۔ سٹہ بازوں کے خلاف مہم جاری کی گئی۔

۷۔ بعض اشیاء کی اعلیٰ ترین قیمتیں مقرر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

افراط زر کے اس سیلاب کے سامنے جو روپیہ جنگ کے شعبۂ اخراجات نے اٹھا چلا آرہا ہے حکومت ہند کی انسدادی کوششیں تنکوں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتیں اس لئے ہم زیادہ موثر تدابیر پر غور کریں گے۔

موثر تدابیر

۱۔ برطانوی وامریکی ضروریات جنگ کی ادائی کا صحیح طریقہ۔

اگر ایک طرف حکومت ہند افراط زر کی پالیسی پر عمل کرتی رہے اور دوسری طرف اس قسم کی نام نہاد انسدادی کوششوں کو روبعمل لائے تو اس سے ہندوستان کے درد کا مداوا نہیں ہوسکتا۔ ضرورت ہے کہ حکومت ہند برطانوی وامریکی ضروریات جنگ کی پابجائی کے موجودہ طریقہ کو یک لخت بند کردے اور صحیح طریقہ اختیار کرے۔ برطانیہ اور امریکہ کثیر مقدار میں جو اشیاء اور خدمات ہندوستان سے حاصل کر رہے ہیں اس کے لئے روپئے کی ادائی کا بندوبست بجائے حکومت ہند کے خود برطانیہ اور امریکہ کو کرنا چاہئے۔ ہندوستان فروشندہ ہے اور برطانیہ وامریکہ خریدار ہیں۔ فروشندہ کو یہ حق حاصل ہے کہ قیمت فروخت وطریقہ ادائی کو متعین کرے۔ جب ہندوستان نے ریلوے آبپاشی وغیرہ کے لئے برطانیہ سے سامان خریدا تو اس نے اس کی قیمت برطانوی زر میں ادا کی۔ چونکہ اس وقت وہ اتنی کثیر رقم ادا کرنے کے قابل نہیں تھا اس لئے لندن میں قرضہ حاصل کیا گیا۔ حکومت ہند نے انگریزوں کے ایک طبقہ سے قرضہ لیا اور دوسرے طبقہ کو حاصل کردہ اسٹرلنگ دے کر سامان خریدا۔ اسی طرح جب برطانوی حکومت کو گزشتہ اور موجودہ جنگ میں امریکہ سے سامان خریدنا پڑا تو اس نے امریکی باشندوں کو ڈالر ادا کئے۔ چونکہ برطانوی حکومت کے پاس ضروری ڈالر نہیں تھے اس لئے اس نے یا تو ڈالر قرض لئے یا امریکہ میں جو برطانوی اثاثہ مشغول تھا اس کو فروخت کردیا۔

ہندوستان میں اپنی خریداریوں کے لئے روپے کے انتظام کی ذمہ داری خود برطانیہ اور امریکہ کو اٹھانی چاہئے۔ اس کی مختلف صورتیں ہیں برطانیہ وامریکہ یا تو اپنی اشیاء اور سونے کی شکل میں ہندوستان سے خرید کردہ اشیاء وخدمات کی قیمت ادا کریں۔ یا ہندوستانیوں سے روپیہ قرض لیں یا اگر یہ ممکن نہ ہوسکے تو ہندوستان میں ان کے جو اثاثے ہیں ان کو ہندوستانیوں کے ہاتھوں فروخت کردیں۔ ان طریقوں پر ہم ذرا تفصیل سے غور کریں گے۔

۱۔ اشیاء کی شکل میں ادائیاں:

برطانیہ وامریکہ کے لئے یہ ممکن ہے کہ وہ اپنا سامان یہاں روانہ کریں جس کے معاوضہ میں انہیں انفرادی طور پر اشخاص اور کمپنیوں سے روپیہ مل جائے گا۔ جنگی دشواریوں کے باوجود امریکہ نے روس کو صنعتی مشینیں روانہ کی ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہندوستان کو ان سے محروم رکھا جائے۔ ہند کو جہاز سازی وغیرہ کے لئے اس وقت خود حربی مشینوں کی سخت ضرورت ہے اس سے حمل ونقل کا مسئلہ بھی حل ہوجائے گا اور ساتھ ہی ساتھ ملکی جنگ میں بھی سہولت ہوگی۔

۲۔ سونے کی شکل میں ادائیاں

اس تجویز پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ ہندوستان کو سونا روانہ کرنا مشکل ہے۔ جواب یہ ہے کہ ہندوستان سے برطانیہ وامریکہ کو سونے کی روانگی اگر دوران جنگ میں ممکن ہے تو پھر برطانیہ وامریکہ سے ہندوستان کو سونا روانہ کرنا کیوں مشکل ہے؟ اگر سونے کی روانگی فی الحقیقت مشکل ہے تو جنوبی افریقہ یا امریکہ میں سونے کی مقدار ہندوستان کے لئے محفوظ رکھی جائے۔ اس سلسلہ میں ایک اندیشہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر اس سونے کی مقدار کو ذخیرہ محفوظ سمجھ لیا جائے تو اس کی بنیاد پر نوٹ جاری ہوجائیں گے۔ اس کے انسداد کے لئے خانگی افراد کے ہاتھوں سونا بیچا جاسکتا ہے مگر یہاں بھی یہ اعتراض ہوتا ہے کہ سونے کی موجودہ قیمت زیادہ ہے۔ جنگ کے بعد اس میں کمی ہوجائے گی اور اس سے ہندوستانیوں کا نقصان ہوگا۔

۳۔ چاندی کی درآمد۔

ملک میں چاندی کی بہت مانگ ہے کاشتکار طبقہ کو اگر مناسب داموں پر چاندی مہیا کی جائے تو صورت حال بہت بہتر ہوسکتی ہے۔ امریکہ وبرطانیہ اپنی خریداریوں کی ادائی چاندی کی شکل میں کرسکتے ہیں۔ اور اس طرح اگر ملک میں چاندی کی درآمد کی جائے تو افراط زر کا بڑی حد تک انسداد ہوسکتا ہے۔

۴۔ برطانیہ عظمیٰ روپیہ قرض لے۔

اس قرض کے لئے برطانیہ اپنی آمدنی یا اپنے اثاثوں کی جو ہندوستان میں موجود ہیں بطور کفالت پیش کرسکتا ہے۔ برطانیہ نے امریکہ میں اسی طرح قرض لیا۔ قرض لینے کے دو طریقے ہوسکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ برطانیہ عظمیٰ ریزرو بنک کی مدد سے قرض لے۔ دوسرے یہ کہ حکومت ہند ہندوستان میں قرض حاصل کرکے برطانیہ کو دیدے۔ اس کے لئے برطانیہ کو سود اور اصل کی ادائی کا باضابطہ انتظام کرنا چاہئے۔

۵۔ برطانوی اثاثے جو ہندوستان میں موجود ہیں ان کو فروخت کردیا جائے اس قسم کے برطانوی اثاثوں کی مقدار ۳۰۰ ملین پونڈ ہے۔ یہ طریقہ برطانیہ نے گزشتہ جنگ عظیم اور اس جنگ کے موقع پر امریکہ میں اختیار کیا تھا۔ اگر ان اثاثوں کی کفالت پر ہندوستان میں قرض مل سکے تو فبہا ورنہ انہیں ہندوستانیوں کے ہاتھوں فروخت کردے جس کے معاوضہ میں برطانیہ کو روپیہ مل سکے گا۔

۶۔ حکومت ہند برطانیہ عظمیٰ کو روپیہ فراہم کرے لیکن اس کی مقدار صرف اسی قدر ہو جتنی کہ محاصل اور قرض کے ذریعہ حاصل کی جاسکے۔ اس طریقہ میں یہ احتیاط ضروری ہے کہ ہندوستان کو اسٹرلنگ ادا کئے جانے لگے۔

لیکن فرق صرف یہ ہوگا کہ ہمارے پاس صرف ذخیرہ اسٹرلنگ ہوگا جو ریزرو بنک کا اثاثہ اسٹرلنگ شمار نہیں کیا جانے کا اور اس کی بنا پر نوٹ جاری نہیں کئے جاسکیں گے۔

ان تمام طریقوں کا مقصد یہ ہے کہ ہم برطانیہ کی مساعی جنگ کو جاری رکھنے کے لئے اشیاء روانہ کریں گے لیکن اس کی وجہ سے افراط زر نہیں ہوگا اب تک ہم مقروض تھے اور وہ تمام نقصانات برداشت کرتے رہے جو ایک مقروض ملک کو برداشت کرنا پڑتا ہے اب ہم قرض دہندہ ہیں لیکن حکومت ہند کی موجودہ پالیسی کی وجہ سے ہم اپنی اس حیثیت سے وہ فائدہ حاصل نہیں کر رہے ہیں جو حقیقتاً ہمیں حاصل ہونا چاہئے۔ ان طریقوں پر عمل کرنے سے نہ صرف افراط زر کا انسداد ہوگا بلکہ یہ فوائد بھی حاصل ہوں گے۔

ان تجاویز کے متعلق وزیر مالیہ فرماتے ہیں کہ

مشترکہ جنگی مساعی میں وہ عام طریقے جن کے ذریعہ بین قومی قرضے اشیاء و خدمات کے ذریعہ ادا کئے جاتے ہیں اختیار نہیں کئے جاسکتے اور کئی وجوہات کی بنا پر یہ ممکن نہیں ہے کہ درآمد کو بڑھایا جائے یا شرح مبادلہ میں اضافہ کرکے تجارت کو متوازن بنایا جائے۔

وزیر مالیہ نے اصل مسئلہ کے متعلق سکوت اختیار کیا ہے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ اگر برطانیہ اور متحدین اپنی ضروریات ہندوستان سے خریدنا چاہتے ہیں تو اس کے لئے روپیوں کا بندوبست کرنے کی ذمہ داری خود ان کو لینی چاہئے۔ پھر وزیر موصوف کو اس سے بھی انکار نہیں ہے کہ بعض متحارب ملکوں نے اسی طریقہ پر عمل کیا ہے۔

دیگر طریقے۔

۱۔ تخفیف مصارف۔

حکومت ہند نے نئی جائدادوں کے لئے ضرورت سے زیادہ تنخواہیں مقرر کی ہیں۔ مرکزی اور صوبجاتی حکومتوں کے نظم و نسق کے اخراجات میں کمی کرنے کا کوئی رجحان نہیں پایا جاتا۔۔۔ ضرورت ہے کہ ان کے اخراجات میں تخفیف کی جائے جو اخراجات ملتوی کئے جاسکتے ہیں ملتوی کر دیئے جائیں۔

۲۔ اضافہ محاصل

اس وقت ہندوستان میں پہلے کی بہ نسبت زیادہ محاصل عائد کئے گئے ہیں مگر اب بھی چند اور ٹیکس لگایا جاسکتا ہے۔ ہندوستان میں جو طبقہ انکم ٹیکس ادا کر رہا ہے وہ نسبتاً مختصر سا ہے اور اس کی آمدنی بھی دیگر ممالک کے طبقوں کی بہ نسبت زیادہ ہے ضرورت ہے کہ زیادہ وسیع طبقوں پر محصول لگایا جائے۔ زرعی آمدنی پر بھی انکم ٹیکس لگایا جاسکتا ہے۔ بالواسطہ محاصل میں کافی اضافہ ہوسکتا ہے۔ جس طرح دیگر متحارب ممالک میں محصول فروخت لگایا گیا ہے یہاں بھی نافذ کیا جائے۔ جنگی محاصل میں اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ تعیشات مثلاً سگریٹ تمباکو وغیرہ پر محصول لگایا جائے۔ پٹرول کے ٹیکس میں بھی مزید اضافہ کیا جاسکتا ہے۔

۳۔ جنگی قرضوں میں حصہ لینے کے لئے عوام کی حوصلہ افزائی کی جائے کیونکہ بنکوں میں بیکار روپیہ پڑا ہوا ہے اور بہت سا زر ذخیرہ کیا گیا ہے۔

۴۔ راشن بندی اور قیمتوں کی موثر نگرانی کی جائے

اس کے لئے حکومت ہند کے مختلف محکموں، مرکزی حکومت صوبجات اور ریاستوں میں کامل تعاون عمل کی ضرورت ہے۔

۵۔ اشیائے صرف کی پیداوار میں اضافہ کیا جائے۔

اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ یا تو پیدائش میں اضافہ کیا جائے یا درآمد میں اضافہ ہو۔ ہمارے خیال میں دونوں طریقوں سے اشیاء صرف میں اضافہ کرنا مناسب ہوگا جو اشیاء درآمد کی جاسکتی ہیں انہیں ہر ممکن طریقہ سے درآمد کیا جائے۔ اگر ہماری موجودہ بڑھی ہوئی برآمد گھٹائی جاسکے تو نہ صرف ... لیکن درآمد میں نسبتاً اضافہ ہو جائے تو افراط زر کا بار بڑی حد تک کم ہو جائے گا۔ اشیاء صرف میں اضافہ کرنے کی دوسری صورت یہ ہے کہ مقدار پیدائش میں اضافہ کیا جائے۔ جیسے زراعت و صنعت کو ترقی دی جائے۔ زرعی ترقی کے لئے صرف "غلہ زیادہ اگاؤ" کی مہم سے کام نہیں چل سکتا۔ گزشتہ صحبت میں ہم نے بتلایا ہے کہ صنعت کو ترقی دینے کے بہت کم مواقع ہیں۔ زرعی ترقی کا انحصار بڑی حد تک کاشت عمیق پر ہے اور کاشت عمیق کے لئے ترقی یافتہ آلات اور کیمیائی کھاد کی ضرورت ہے۔ اس لئے جہاں تک ہو سکے ان آلات اور کھادوں کو درآمد کیا جائے۔ اور ساتھ ہی ساتھ ان کے بنانے کے کارخانے ملک میں جلد از جلد کھولے جائیں۔

صنعتی ترقی کی راہ میں اصلی رکاوٹ مشینوں کی ہے؟ اس لئے انہیں درآمد کرنا از بس ضروری ہے۔

برطانیہ و امریکہ نے افراط زر کو روکنے کے لئے ان ہی تدابیر پر عمل کیا۔ بڑے بڑے محاصل عائد کئے گئے ہیں۔ عوام کی بچتوں اور بنکوں سے قرض لیا گیا ہے۔ انگلستان میں جبری قرضے کے طریقہ پر عمل کیا جا رہا ہے۔ ابتدا ہی سے موثر راشن بندی اور قیمتوں پر نگرانی ہے۔ محصول اور قرض کا مقصد یہ ہے کہ قوت خرید عوام کے ہاتھوں سے حکومت کے ہاتھوں میں منتقل کر دی جائے۔ اس کے باوجود عدم مساوات آمدنی کے باعث دولت مند طبقہ زیادہ قیمتیں ادا کرکے زیادہ سے زیادہ مقدار میں اشیاء خرید سکتا ہے۔ اس کا اندیشہ رہتا ہے کہ غریب طبقہ بعض ضروریات زندگی سے محروم نہ ہو جائے۔ جس کا انجام جنگی مساعی اور اندرونی امن و امان کے لئے مضر ہوتا ہے۔ اس لئے راشن بندی اور قیمتوں کی نگرانی کی جاتی ہے۔ قیمتوں کی نگرانی کا مقصد یہ ہے کہ عام طور پر خام اشیاء اور بالخصوص ضروریات زندگی کی قیمتوں کو معتدل حدود کے اندر رکھا جائے۔ اس کے لئے طلب یا رسد پر قابو حاصل ہونا چاہئے اس لئے ضروری ہے کہ ضروریات زندگی کی راشن بندی کی جائے۔ اس کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ تمام افراد کو خواہ غریب ہوں یا امیر ضروریات زندگی میسر آتی ہیں اور ساتھ ہی ساتھ یہ ضمانت بھی حاصل ہوتی ہے کہ امیر طبقہ کے پاس جو زائد قوت خرید موجود رہتی ہے۔ اس کو وہ جنگی قرضہ میں صرف کرتے ہیں۔

ہندوستان میں اجناس خوردنی کی کامل راشن بندی کرنا قریب قریب ناممکن ہے۔ ہندوستان ایک زرعی ملک ہے جس میں لاکھوں دیہات ہیں۔ بہت سے دیہات کا معاشی و معاشرتی نظام کچھ اس قسم کا ہے کہ ہر سال جس قدر غلہ پیدا ہوتا ہے اس کا صحیح اندازہ لگانا بھی دشوار ہے۔ اس غلہ کو اپنے قبضہ میں کر لینا حکومت کے بس کی بات نہیں۔ اس کے لئے بہت بڑے منتظم، ہوشیار اور دیانت دار عملہ کی ضرورت ہے۔ انگلستان میں اجناس خوردنی کی راشن بندی بہت آسان تھی کیونکہ وہاں یہ چیزیں درآمد کی جاتی ہیں اس لئے حکومت باسانی معدودے چند درآمد کنندوں کو اپنے قابو میں کرکے اجناس خوردنی پر قبضہ کر سکتی ہے لیکن ہندوستان میں یہ صورت ممکن نہیں ہے۔ نگرانی قیمت کے متعلق حکومت ہند اپنی پالیسی میں ناکام ہو چکی ہے۔ کاروباری لوگوں کی ناعاقبت اندیشی، خود غرضی اور سوچے سمجھے ہوئے لائحہ عمل کی عدم موجودگی، مرکز، صوبجات اور دیسی ریاستوں کے مابین عدم تعاون نگرانی قیمت کی ناکامی کے ذمہ دار ہیں۔ ان حالات میں ایک گروہ کا خیال ہے کہ افراط زر کو روکنے کے لئے راشن بندی اور نگرانی قیمت کا طریقہ ناقابل عمل ہے۔ یہ صحیح ہے کہ ہندوستان کے ہر گاؤں میں غذا کی راشن بندی نہیں کی جاسکتی۔ لیکن پھر بھی اس کو بڑے بڑے شہروں اور قصبات کی حد تک آزمایا جاسکتا ہے۔ پھر کپڑے اور دیگر ضروریات کی راشن بندی تو بہر حال اچھی طرح ہو سکتی ہے۔ اور ان کی قیمتوں پر نگرانی اگر حکومت ہند اپنے سابقہ تجربات سے سبق حاصل کرے تو کچھ زیادہ دشوار نہیں ہے۔

اخبار حکمت کے ملنے کا پتہ

احمدیہ بک ڈپو، چارمینار، حیدرآباد دکن

انڈیا بک ڈپو، عابد روڈ

مکتبہ ابراہیمیہ، عابد روڈ

سوویت روس کے دستور میں تبدیلی

بقیہ سلسلہ صفحہ (۱)

کہ پچھلے بیس سال میں سوویت یونین نے کتنی ترقی کی ہے۔ یہی سوویت یونین کے سوا جس کی بنیاد سوشلزم اور ہر قوم کے حق خود اختیاری پر قائم ہے، کوئی دوسری کثیر الاقوام ریاست زندگی و موت کی اس جدوجہد کے دوران میں اس کی جرأت کر سکتی ہے کہ مختلف قومی ریاستوں کو امور خارجہ اور دفاع کے حقوق دے دے! اس تاریخی فیصلے کے اثرات عالمگیر ہوں گے۔ یہ فیصلہ ایسے وقت کیا گیا ہے جب سرخ فوج سوویت یونین کو نازیوں سے قریب قریب پاک کر چکی ہے اور یورپ کے محکوم ملکوں کو ہٹلر کے پنجے سے چھڑانے کے لئے آگے بڑھ رہی ہے۔ اس فوجی کامیابی اور آئینی فیصلے کی وجہ سے یورپ کی آزاد جمہوریتوں کو اس کا موقع ملے گا کہ وہ سوویت یونین کی ان قومی جمہوریتوں سے براہ راست تعلقات قائم کریں یا متحد ہو جائیں جو جغرافیائی یا تاریخی روایتوں کے اعتبار سے ایک دوسرے کے بہت قریب ہوں۔ سوویت حکومت نے فرانسیسی، چیک، پولستانی، یوگوسلاوی اور تمام دوسری اقوام کو ان کی آزادی اور جمہوریت کی جنگ میں کافی مدد پہنچائی ہے۔ پچھلے بیس سال میں سوویتی اقوام نے آزادی، جمہوریت اور حق خود اختیاری کی بنا پر جو ترقی کی ہے اس سے یورپ کی اقوام بے خبر نہیں ہیں۔ حالیہ فیصلے نے اس آزادی پر آخری مہر لگا دی ہے اور ساری دنیا کو معلوم ہو گیا کہ سوویت یونین واقعی آزاد جمہوریتوں کا ایک خاندان ہے جس میں نہ جھگڑے ہوتے ہیں نہ ایک دوسرے کے علاقوں پر قبضہ کرنے کی سازش کی جاتی۔ آزاد اور خود مختار قومی جمہوریتوں کا ایک ایسا خاندان جس کے ارکان اس خاندان میں شریک رہنے یا اس سے الگ ہو جانے کا ہر وقت حق رکھتے ہوں۔ یہ ہے آئندہ یورپ کے متعلق سوویت یونین کا تصور۔

سوویت یونین کا فیصلہ دنیا کی تمام قوموں کے لئے مشعل ہدایت ہے۔ آزاد دنیا کی آزاد قوموں کا ایک آزاد خاندان۔ یہ ہے وہ مستقبل جس کی طرف روسی فیصلہ اشارہ کر رہا ہے۔ اس فیصلے سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اگر ہر قوم کے عوام حق خود اختیاری کی بنا پر آزاد ہوں اور انہیں ترقی کا پورا پورا موقع ملے تو وہ آپس میں لڑنے کے بجائے متحد ہوں گے اور ان کا یہ اتحاد ترقی کرے گا۔ سوویت یونین کی تمام قوموں کو اس کا موقع ملا اور ان کی مثال نہ صرف یورپ بلکہ ایشیا کی قوموں کو بھی ایک دوسرے سے ملنے اور متحد ہونے پر آمادہ کرے گی۔ اب سوویت یونین کی ایشیائی جمہوریتوں اور ایشیا کے دوسرے ملکوں کے درمیان زیادہ گہرا ربط قائم ہو سکے گا۔

سوویت یونین کی خارجی پالیسی صاف ہے۔ ہر ملک اور قوم کو اس کی آزادی دی جائے کہ وہ اپنی مرضی سے جیسی حکومت چاہے بنائے۔ اسی وجہ سے سوویت یونین یورپ کے ہر ملک کی جمہوریت پرست اور آزادی پسند تحریک کی حمایت کر رہی ہے خواہ وہ یوگوسلاویہ میں ہو یا یونان میں، چیکوسلاویہ میں ہو یا فرانس اور اٹلی میں۔ سوویت یونین سامراجیوں کی طرح بساط سیاست پر شاطرانہ چالیں نہیں چلا کرتا۔ اسے یورپ کی عوامی تحریک پر پورا بھروسہ ہے اور وہ جانتا ہے کہ دنیا میں امن اور آزادی کی ضمانت عوام کی جمہوریت پسندی ہی ہے۔ یورپ کے مستقبل کا فیصلہ وہ مٹھی بھر سیاسی لیڈر نہیں کریں گے جن کا پیشہ ہی سیاست ہے بلکہ یورپ کے وہ عوام کریں گے جو آج بھی ہٹلر کے خلاف جنگ کر رہے ہیں۔ اس جنگ آزادی میں سوویت یونین ان کا معین اور مددگار ہے۔ قوموں کے حق خود اختیاری کی بنا پر سوویت یونین کی مختلف آزاد جمہوریتوں نے جو ترقی کی ہے اس سے یورپ کی عوامی تحریک کی ہمت افزائی ہوتی ہے اور جنگ کے زمانے میں عوامی تحریک کو اور فروغ ہوتا ہے۔

سوویتی قوموں کے حق خود اختیاری کو اعلیٰ ترین مدارج تک پہنچا کر سوویت یونین نے دنیا کی تمام قوموں کو آزادی، جمہوریت اور اتحاد کی راہ دکھائی ہے۔ اس نے جنگ کے زمانے میں اتفاق رائے سے یہ فیصلہ کر کے سب پر یہ حقیقت روشن کر دی ہے کہ اس حق سے قومی اتحاد کا شیرازہ نہیں بکھرتا، ملک کی جغرافیائی وحدت کو صدمہ نہیں پہنچتا اور نہ اس کا خطرہ پیدا ہوتا ہے کہ مختلف قومی جمہوریتیں جغرافیائی وحدت کے خلاف ہمسایہ ریاست سے ساز باز کریں گی۔ اس کے برعکس سوویت یونین کا بیس سالہ تجربہ پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ حق خود اختیاری کی بنا پر عوام کی جو قومی جمہوریتیں وہاں قائم ہوئیں وہ ایک دوسرے سے زیادہ قریب آ گئیں، باہمی شک و شبہ گھٹ گیا اور متحدہ ترقی کے راستے صاف ہوتے گئے۔

آج جب کہ یورپ اور ایشیا کی قومیں بیدار ہو رہی ہیں اور ان کی عوامی تحریک ترقی کر رہی ہے اور آزادی کا مطالبہ بڑھ رہا ہے، سوویت یونین کے اس فیصلے سے ان محکوم اور مظلوم قوموں کی قوت بڑھے گی اور وہ اس یقین کے ساتھ متحد ہو کر نازیوں سے لڑیں گے کہ سوویت یونین کی ہر قومی جمہوریت ان کی ہم نوا ہے اور انہیں دعوت دے رہی ہے کہ وہ بھی اس خاندان میں اپنی مرضی سے شریک ہو کر اپنی آزادی کی حفاظت کریں اور اپنی ترقی کے مواقع پیدا کریں۔

(تلخیص از قومی جنگ)

اشتہار

حاضری مدعا علیہ مرتبہ محکمہ عدالت دیوانی منصفی تعلقہ حضور آباد ضلع کریم نگر دا تاریخ ۵؍ فروری ۱۳۵۳ف

نمبر مقدمہ ۱۱۰ ۱۳۵۳ف — باجلاس مولوی سید ناصر حسین بی اے ایل ایل بی منصف تعلقہ حضور آباد

دیوار یدی بگما تبہ ریڈی مدعی

بنام بکی پنتی پاپیا وغیرہ مدعا علیہم

دعویٰ مبلغ ... روپیہ تنسیخ بکریہ نامہ ...

بنام بکی پنتی پاپیا ولد بیٹا قوم ریڈی عمر تخمیناً ۴۰ سال پیشہ زراعت ساکن دوریال تعلقہ پرکال۔

بکی پنتی بکیا زوجہ بیٹا قوم ریڈی عمر تخمیناً ۵۰ سال پیشہ زراعت ساکن دوریال تعلقہ پرکال۔

ہرگاہ مقدمہ ہذا میں تمہارے نام متعدد مرتبہ سمن بغرض حاضری عدالت اجرا کئے گئے لیکن تمہاری عدم موجودگی کی وجہ سے کسی سمن کی تعمیل تمہاری ذات پر نہیں ہوئی۔ منجانب مدعی استدعا کی گئی ہے کہ مدعا علیہم تعمیل سمن سے بچنے کے حیلہ گریز کر رہے ہیں اس لئے ان کے نام اشتہار اخبار میں طبع کرایا جائے۔ حسب استدعا مدعی ذریعہ ہذا تم کو حکم دیا جاتا ہے کہ تم جہاں کہیں ہوں بتاریخ ۹؍ فروری ۱۳۵۳ف یوم پنجشنبہ بوقت ۱۱ بجے اصالتاً یا وکالتاً حاضر عدالت ہذا ہو کر مقدمہ مذکور میں جواب دہی وغیرہ کرو۔ اگر بروز مذکور حاضر نہ ہوں گے تو مقدمہ تمہاری غیر حاضری میں سماعت اور فیصل ہوگا۔

آج بتاریخ ۱۵؍ فروری ۱۳۵۳ف میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔ فقط

دستخط منصف — دستخط سررشتہ دار

اشتہار

حاضری مدعا علیہ عدالت دیوانی منصفی تعلقہ کلکورتی ضلع ...

نمبر مقدمہ ۴۹ ۱۳۵۳ف — باجلاس پنڈت گنگا دھر راؤ صاحب

کنہیالال ڈگری دار بنام رامچندر دیوالی

دعویٰ اجرائی ڈگری

بنام رامچندر ولد رام دیال قوم مارواڑی عمر ۴۰ سال پیشہ بیوپار ساکن سرسم بدنگ تعلقہ کلکورتی

ہرگاہ مقدمہ مندرجہ بالا میں تمہارے نام متعدد مرتبہ سمن اجرا کئے گئے جو تمہاری غیر حاضری کی بنا پر بلا تعمیل واپس ہوئے لہذا ذریعہ ہذا تم کو حکم دیا جاتا ہے کہ تم بتاریخ ۹؍ فروری ۱۳۵۳ف یوم دوشنبہ بوقت دس بجے دن حاضر عدالت ہو کر مقدمہ کی پیروی و جواب دہی کرو ورنہ بصورت غیر حاضری تمہارے کارروائی ضابطہ ہوگی۔

آج بتاریخ ۲۰؍ فروری ۱۳۵۳ف میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔ فقط

دستخط منصف — سر دستخط ناظم عدالت

حکمۂ کنٹرولر آر.پی و راشن بندی

اعلان

بہ نفاذ ان اختیارات کے جو تحت دفعہ (۱۳) حکم استفسار رسد ہندوستان مورخہ ۱۹۴۳ء ... سے مجھے حاصل ہیں، بذریعہ ہذا حکم دیا جاتا ہے کہ تمام مالکان طعام خانہ جات، ہوٹل، قیام گاہ، ریسٹورنٹ، بورڈنگ ہاؤز و دواخانہ جات، ادارہ جات خیراتی اسی کیا نیز ان کے منتظمین کو اگر وہ غذائی راشن بندی کے بعد اشیاء راشن شدہ حاصل کرنا چاہتے ہوں ضروری ہوگا کہ حکم مذکور کے متعلقہ فارم ضمیمہ (ب) کی خانہ پری کر کے ۲۰ر فروری ۱۹۴۳ء تک دفتر کنٹرولر آر.پی و راشننگ واقع سیف آباد پر داخل کر دیں۔ مطبوعہ فارمس دفتر مذکورہ سے اوقات دفتر میں حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ فقط

حمید الدین احمد
کنٹرولر آر.پی و راشن بندی

حکمۂ کنٹرولر آر.پی و راشن بندی

اعلان

بہ نفاذ ان اختیارات کے جو تحت دفعہ (۳) حکم استفسار رسد ہندوستان مورخہ ... بابت ۱۹۴۳ء مجھے حاصل ہیں، بذریعہ ہذا حکم دیا جاتا ہے کہ جو مالکان یا منتظمین مویشی گھر اگر وہ اشیاء راشن شدہ بعد نفاذ راشن بندی حاصل کرنا چاہتے ہوں، چاہئے کہ وہ حکم مذکور کے فارم متعلقہ ضمیمہ (ب) کی خانہ پری کر کے ۲۰ر فروری ۱۹۴۳ء تک دفتر کنٹرولر آر.پی و راشننگ واقع سیف آباد پر داخل کریں۔

مطبوعہ فارمس دفتر مذکورہ سے اوقات دفتر میں حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ فقط

حمید الدین احمد
کنٹرولر آر.پی و راشن بندی

حکمۂ کنٹرولر آر.پی و راشن بندی

اعلان

بہ نفاذ ان اختیارات کے جو تحت فقرہ (۲) حکم استفسار رسد ہندوستان مورخہ ... بابت ۱۹۴۳ء مجھے حاصل ہیں، بذریعہ ہذا حکم دیا جاتا ہے کہ جو مالکان یا منتظمین مستقل ادارہ جات یا گرنیاں کو اگر وہ راشن بندی کے نفاذ کے بعد اشیاء راشن شدہ حاصل کرنا چاہتے ہوں، چاہئے کہ وہ حکم مذکور کے متعلقہ فارم ضمیمہ (ب) کی خانہ پری کر کے ۱۰ر فروری ۱۹۴۳ء تک دفتر کنٹرولر آر.پی و راشننگ واقع سیف آباد پر داخل کر دیں۔

مطبوعہ فارمس دفتر مذکورہ سے اوقات دفتر میں حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ فقط

حمید الدین احمد
کنٹرولر آر.پی و راشن بندی

"صورت حال بہتر ہوگی"

وائسرائے کی تقریر پر سر تیج بہادر سپرو کا تبصرہ

الہ آباد ۲۰ر فروری۔ سر تیج بہادر سپرو نے ایک بیان کے دوران میں کہا کہ وائسرائے کی تقریر سے صورت حال کسی حد تک بہتر نہ ہوگی۔ اس سے صورت حال آسانی کے ساتھ بدتر ہو سکتی ہے۔ مسلم لیگ خوش نہیں ہو سکتی لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہندو وائسرائے کے اس بیان پر کہ ہندوستان ایک جغرافی وحدت ہے خوشیاں منائیں تو ان کی یہ جلد بازی ہوگی۔ ممکن ہے کہ ہندوستان جسمانی طور پر غیر منقسم رہے لیکن ممکن ہے کہ سیاسی اور ذہنی اعتبار سے ہندوستانی مزید منقسم ہو جائیں۔

سر تیج بہادر سپرو نے اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے کہا کہ وائسرائے کی تقریر سے جو پالیسی مترتب ہوتی ہے اس کی نوعیت زیادہ سے زیادہ منفی ہے اور اس کی وجہ سے ہندوستانی مفاہمت اور ایک متفقہ دستور کی تشکیل کے لئے ہندوستانی وحدت کا کام زیادہ مشکل ہو جائے گا۔ تقریر کا ممکن ہے کہ برطانیہ اور غیر رسمی حلقوں میں اس قسم کا اثر نہیں ہے کہ امید پیدا کرے کہ اختلافات دور کئے جائیں گے اور لوگوں کی ہمت افزائی کرے۔ موصوف نے حیرت کا اظہار کیا کہ کیا کہ آیا وہ جذبہ اتحاد اور تعاون جو جنگ کے ابتدائی ایام میں ضروری تھا آج کم ضروری ہے جبکہ جاپانیوں کے خلاف جنگ کے لئے ہندوستان ایک مرکز بننے والا ہے۔ آج اس جذبہ اتحاد و تعاون کی زیادہ اور شدید ضرورت دکھائی دیتی ہے۔ اگر یہ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ ایک اہم عنصر ایسا ہے جو دور دور رہتا ہے اور یہ کہ لیڈروں میں بڑی قابلیت موجود ہے تو پھر ان لوگوں کو اس کی آزادی کیوں نہ دی جائے کہ صورت حال پر متفقہ طور پر غور کریں اور ایک مشترکہ فیصلہ کریں۔ وائسرائے کی تقریر سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ اگرچہ ایگزیکیٹو کونسل کے ممتاز اور محب وطن ہندوستانیوں کی تعداد میں کوئی اضافہ نہ ہوگا تاہم حقیقت تو یہ ہے کہ اگر پوری ایگزیکیٹو کونسل ہندوستانیوں

آپ کا اہم فرض

سرکار معلوم کرنا چاہتی ہے کہ کس کے پاس کتنا غلہ ہے۔ رسد کے انتظامات کے لئے یہ علم ضروری ہے اور سرکار کو مطلع رکھنا آپ کا قانونی فرض ہے۔

بی شامل ہو تو بھی صورت حال میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ سوال یہ نہیں ہے کہ کونسل میں ہندوستانیوں کی کتنی تعداد ہے بلکہ سوال یہ ہے کہ کس حد تک مقتدر ہیں ان کو کس حد تک آزادی عمل حاصل ہے اور ان کو اپنے ہی ہم وطنوں پر کس قدر اثر ہے۔ (ا.پ)

اشتہار

عدالت دیوانی ضلع ... متعلقہ ... مورخہ ... فروری ۱۳۵۲ف

نمبر مقدمہ ... بیان مولوی محمد مسعود علی ...

مدعی ... بنام ... وغیرہ

... بنام ... متعلقہ ...

... ساکن ... متعلقہ ...

ہرگاہ مقدمہ مذکورہ بالا میں نام تمہارے نام متعدد بار اکثر جاری کئے گئے لیکن تمہارا پتہ دریافت سے بلاتعمیل واپس ہوئے لہٰذا بذریعہ اشتہار آگاہ کیا جاتا ہے کہ تم بتاریخ ۲۰ر فروری ۱۳۵۲ف بروقت دس بجے حاضر عدالت ہو کر جوابدہی کرو بصورت غیر حاضری کارروائی ضابطہ عمل میں آئے گی۔

آج بتاریخ ۱۰ر فروری ۱۳۵۲ف میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

دستخط سررشتہ دار سررشتہ نظامت

میرٹ ہوٹل و ریسٹورنٹ

قائم شدہ ۱۹۱۲ء

نامپلی اسٹیشن سے (۵) منٹ کی مسافت پر

متصل انگریزی و مقامی ڈاکخانہ تارگھر نئی عمارت کشادہ کمرے نئی سسٹم سے آراستہ بجلی کی روشنی پنکھے مکمل انتظام خدمت گزار عمدہ اعلیٰ قیام و طعام کا بندوبست

پتہ: ... مرحبا بلڈنگ ... امپیریل پوسٹ آفس حیدرآباد

نرخ بالکل واجبی

منیجنگ پروپرائٹر ... علی

احمدیہ پریس چار مینار میں طبع ہوکر باہتمام سید حسن دفتر مملکت سائیکل توپ سے شائع ہوا۔